عثمان غنی رعدؔ

استاد شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

محمد ابرار صدیقی

اسکالر ایم فل، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اقبال کا تصورِ زندگی

Mr. Usman Ghani Raad
Senior Instructor, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.
Muhammad Abrar Siddiqui
MPhil Scholar, National University of Modern Languages, Islamabad.

Iqbal's Concept of Life

If Iqbal's poetry is thoroughly reviewed by both Urdu and Persian, it would seem that Iqbal teaches mankind to move forward in general and Muslim in particular, to understand life. The main purpose of any human being is to observe his surroundings and then to find the key to his success for the future. In Iqbal's poetry, all the metaphors, symbols , Shaheen, Mard e Momin, Aql o Khirad and Khudi and philosophy should be assembled at one point and we see this point as a particularly, It is believed that Iqbal teaches man only and only activity.

Key Words: *Iqbal, Poetry, Urdu, Persian, Mankind, Muslim, Life, Metaphors, Shaheen, Mard e Momin, Philosophy.*

علامہ محمد اقبال ایک آفاقی اور نابغۂ روزگار شخصیت کے حامل ہیں۔اپنے معاصرین کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ اقبال نے متاخرین پر بھی حتیٰ الوسع اثرات چھوڑے ہیں۔ مسلم امت کی نشاۃِ ثانیہ اور عروج کی خاطر اس امت کے شاندار ماضی کو بھی حال کے لیے دلیل بنا بنا کے پیش کیا ہے اور حال کے ساتھ ساتھ اب مستقبل بھی اُنھیں خیالاتِ جاوداں کا شاخسانہ لیے ہوئے ہے۔ جس کے تناظر میں اقبال کی شاعری مقصدِ زندگی کو متعین کرنے اور پھر اسی مقصدِ حیات کے حصول کے لیے ہر ممکن امداد بہم پہنچاتی ہے۔اگرچہ اقبال کی شاعری پر اسلامیات کے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اثرات غالب نظر آتے ہیں مگر اس کی وجہ اقبال کا مسلمان ہونا نہیں، اور نہ ہی اندھی تقلید میں من و عن بندھے ٹکے اصولوں پر سرِ تسلیم خم کرنا ہے بل کہ پوری دنیا کے مذہبی، سیاسی اور سماجی ادب کے بہ غور مطالعے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلام ہی کی تعلیمات میں کسی بھی انسان کی زندگی کا مقصد پنہاں ہے اور اسی میں اس کی عافیت بھی ہے۔

اقبال کی شاعری کا یہ اعجاز ہے کہ وہ ناسوتی ہوتے ہوئے بھی لاہوتی معلوم ہوتی ہے۔ جس وجہ سے اس کو پڑھتے ہی ایک خاص قسم کے ہیجان اور اضطراب کی حالت انسان پر طاری ہو جاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ آج بھی اقبال کی شاعری کو الہامی شاعری گردانتے ہیں۔ اس قدر آفاقیت اقبال کی شاعری میں بھری پڑی ہے کہ ہر مذہب، ملت اور خطے کا آدمی اس سے مستفید ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔ بلا شبہ اقبال نے اپنی شاعری میں مسلمان امت کو جگہ جگہ مخاطب کیا ہے مگر ایک کلاسک کی طرح وہ ہر زمانے اور ہر سطح کے انسان کو اپیل بھی کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں اقبال کی شاعری کے تراجم اور اس پر تحقیقی و تنقیدی کام اس بات کی بین دلیل ہے۔ اپنی زندگی کی بہترین مقصدیت اور پھر اس کا حصول اقبال کی شاعری کا اوّلیں کارنامہ ہے۔

اقبال کی شاعری اردو، فارسی دونوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال بنی نوع انسان کو عموماً اور مسلمان کو خصوصاً زندگی کو سمجھ کر آگے بڑھنے کا درس دیتے ہیں اپنے ارد گرد کا مشاہدہ اور پھر مستقبل کے لیے اپنے امروز میں ہی کامیابی کے جوہر کو ڈھونڈ نکالنے کو کسی بھی انسان کا بنیادی مقصدِ حیات ہے۔ اقبال کی شاعری میں تمام کے تمام استعارے، کنائے، تشبیہات و رموز جن میں مردِ مومن، شاہین، مردِ مسلماں، عقل و خرد، عشق و خودی اور فلسفۂ بے خودی کو اگر ایک نقطے میں جمع کیا جائے اور اس نقطے کو بنظرِ غائر دیکھیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ اقبال انسان کو صرف اور صرف حرکت و عمل کا درس دیتے ہیں۔ جیسے:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں (۱)

کوئی بھی شاعر زمانے اور اپنے معاشرے کا نباض اور عکاس ہوتا ہے اس کی تحریروں میں اپنے عہد کی خوب ترجمانی نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ کسی بھی شاعر کو سمجھنے کے لیے اس کے زمانے اور معاشرت کو جانے بغیر آپ اصلیت تک نہیں پہنچ سکتے۔ اقبال نے بلا شبہ ایک غلام ملک میں جنم لیا اور تمام عمر ایک غلام ملک کا باسی بن

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کر گزاری اور غلام ملک میں ہی وفات پائی۔ مگر پھر بھی اقبال نے ہمیں ایک آزاد ملک کا خواب اور تصور پیش کیا جسے آج ہم تصورِ پاکستان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اقبال اپنی ابتدا سے سارے ہندوستان کی عظمت کے بارے سوچتے تھے اور سب کو ملا کر آگے بڑھنا چاہتا تھے۔ دنیا میں اپنی شناخت ایک ہندوستانی کے طور پر ہی کروانا اپنا اعزاز سمجھتے تھے۔ جس کے لیے انھوں نے مشہورِ زمانہ "ترانہِ ہندی" لکھا جس میں کہتے ہیں: سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔ مگر یہ ان کی اولیں شعری کاوشوں میں سے ہے۔ جب وہ مغربی دنیا کو بخوبی پرکھ لیتے ہیں تو ان کے نزدیک زندگی اور زندگی کا مقصد کھل کر سامنے آتے ہیں اور وہ کہہ اٹھتے ہیں:

برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی(۲)

مگر جب وہ اہالیانِ وطن کو زندگی کے اصل مطالب سمجھاتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ آگے کی بات کرتے ہیں اور اسے ایک نئے منظر سے آشنا کروانے کی کوشش کرتے ہیں:

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زِندوں میں ہے
سرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی
بندگی میں گھُٹ کے رہ جاتی ہے اک جُوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی(۳)

یہاں تو اقبال سارے ہندوستانیوں کے دل و دماغ میں آزادی کی تڑپ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اسی طرح کا پیغام وہ اپنی اس وقت کی شاعری میں دیتے نظر آتے ہیں۔ مگر اپنے پہلے دور کی شاعری میں بھی حرکت و عمل اور آگے بڑھنے یا کسی کے کام آجانے کی ترغیب ان کی شاعری میں مقصدِ حیات کا واضح تعین کرتی ہے۔ ۱۹۰۵ تک شاعری جو بانگِ درا میں شامل ہے اس میں نظم "بچے کی دعا" دیکھیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کس طرح ایک بچے کو بھی آگے بڑھنے کا درس دے رہے ہیں اور سب پہ واضح کر رہے ہیں کہ زندگی تو کسی کی خدمت کرنے اور اوروں کے کام آنے میں ہی ہے:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
درد مندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا(۴)

یہ اقبال کی شاعری کی بنیادی سطح ہے جہاں بچوں کی تربیت میں بھی حرکت و عمل کی شاعری ملتی ہے۔اس سے آگے بڑھیں تو ہمیں اقبال کے ہاں مسلسل ایک حرکت و عمل کا فلسفہ ملتا ہے جو جتنا ہی مربوط ہے اتنا ہی مستحکم بھی ہے۔ اس سے آگے اقبال زندگی کے مقصد کی باریابی کے لیے تعلیم کی اہمیت اور اس کے حصول پر زور دیتے ہیں مگر وہ چاہتے ہیں کہ ایسی تعلیم حاصل کرے جو اسے اپنے اسلاف کا پیرو بنائے اور دنیا و آخرت میں اسے کامیاب بنائے،نہ کہ مغرب کی تعلیمی پالیسیوں کا شکار ہو جائے اور اپنے مردانہ اور مجاہدانہ اسلامی اوصاف بھول جائے اور زندگی کے اصل مقصد سے دور ہو جائے۔اس سلسلے میں سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

"اقبال کی رائے ہے کہ مغربی نظامِ تعلیم نے مسلم نوجوانوں کی معنوی روح کو کچلنے کی پوری کوشش کی ہے اور انھیں مردانِ کار کی بجائے مردِ بیمار بنا دیا اور بانکا، سجیلا،صباحت پسند بن کر رہنا سکھا دیا ہے،ان میں نزاکت و ملاحت،نرمی اور تخنث اور نسائیت پیدا کر کے جہد و جہاد کی سرگرمیوں سے بہت دور کر دیا ہے،وہ کہتے ہیں، کہ میری نظر میں اس علم کی کوئی قیمت نہیں جو مجاہد سے اس کے مردانہ اوصاف چھین لے اور مصافِ زندگی میں اسے سامانِ آرائش دے کر اس کے ہتھیار لے لے۔"(۵)

اقبال اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ جس قوم کا آغاز ہی لفظ اقرا سے ہوا ہو وہ تعلیم میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے بغیر کیسے ترقی کر سکتی ہے اور اس غلامی کی زندگی سے نجات کیسے حاصل کر سکتی ہے۔ تعلیم کے حصول کے ساتھ ہی اقبال پھر انسان کو اپنی خودی سے ہمکنار ہونے اور اپنے نفس سے آشنا ہونے کا درس دیتے ہیں۔اقبال کا فلسفہِ خودی اتنا مربوط اور جامع ہے کہ اس سے مکمل ضابطِ حیات ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ایک انسان کو کن کن مراحل سے گزرنا اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کے بارے میں اس میں تفصیل سے بحثیں ملتی ہیں۔اگرچہ اقبال نے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اپنا مربوط فلسفۂ خودی فارسی میں بیان کیا مگر اردو شاعری میں بھی اس کا خاطر خواہ حصہ اور مباحث آ گئے ہیں۔ اگر خودی کی بنیادی تعریفیں اقبال کی نگاہ سے دیکھنا ہوں تو اقبال اسے یوں بیان کرتا ہے:

خودی کیا ہے راز درون حیات

خودی کیا ہے بیداریِ کائنات

ازل اس کے پیچھے ابد سامنے

نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے

ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر

ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے

فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے (۶)

ایک اور مقام پہ کہتے ہیں:

خودی کی جلوَتوں میں مُصطفائی

خودی کی خلوَتوں میں کبریائی

زمین و آسمان وکُرسی و عرش

خودی کی زد میں ہے ساری خُدائی! (۷)

خودی کو اسلام سے یوں جوڑتے ہیں؛

خودی کا سرِّ نہاں لا الٰہ اِلّا اللہ

خودی ہے تیغ، فساں لا الٰہ الّا اللہ (۸)

انسان کی خودی جب بیدار ہو جائے تو انسان کن اوصاف کا مالک بنتا ہے اس پر یوں گویا ہوتے ہیں:

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف

کہ مشت خاک میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز (۹)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ آتشِ ہمہ سوز پھر وہی ہل چل، حرکت و عمل اور آگے بڑھنے کی ترغیب ہے جس کی ہم نے شروع میں بات کی تھی۔ اقبال کی خودی ہی سب کچھ ہے جس کی خودی بیدار ہو تو وہ اس میں وسعت پیدا کر کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں خدا خود اس سے ہمکلام ہو جاتا ہے اور ہر تقدیر سے پہلے خود انسان سے رابطہ کرتا ہے کہ:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے[۱۰]

یہاں یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ اقبال اس خودی کی بات نہیں کرتے جو غرور و تکبر اور حبِ جاہ کی طرف لے جاتی ہے بل کہ اقبال کی خودی آپ کو اپنی اصل اور حقیقت سے آشکار کراتی ہے جینے کا ہنر اور سر اٹھا کر زندہ رہنے کا سلیقہ بھی سکھاتی ہے۔

اقبال کے ہاں حرکت و عمل نہ صرف آگے بڑھنے کی سعیِ مسلسل اور کامرانی کی نوید ہے بل کہ زندگی کا مطمحِ نظر بھی ہے وہ زندگی جس میں آگے بڑھنے کی تمنا نہیں وہ بیکراں نہیں بل کہ جوئے کم آب ہے۔ اقبال تو یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ زندگی تو صرف آزاد آدمی کی ہے اور جو شخص آزاد نہیں اسے کیا معلوم کہ زندگی کیا اور زندگی کی حقیقت کے متعلق وہ انسان کو اپنے وجود کا اثبات، اہمیت اور ذات کا ایک نشان فراہم کرتے ہیں اور انسان کو اس قدر بلند کر دیتے ہیں کہ وہ خدا سے ہم کلام ہو سکے۔ اس بارے ڈاکٹر سلیم اختر رقم طراز ہیں:

"علامہ اقبال اسی بنا پر نمایاں ترین حیثیت اختیار کر جاتے ہیں کہ انہوں نے آدمِ خاکی کو خدا سے ہم کلام کرا دیا۔ مگر یہ مکالمہ عاجزی، انکساری اور عبودیت کے لیے نہیں بلکہ اپنے وجود کے اثبات اور ذات کے اظہار کے لیے ہے۔"[۱۱]

اقبال کے ہاں یہ مکمل زندگی اور زندگی کی مقصدیت کے حصول کا فلسفہ ہے اور اسی نظم "خضرِ راہ" میں حرکت و عمل، تڑپ اور سعیِ مسلسل سے آگے بڑھنے کے متعلق اقبال کا نظریہ حیات مزید کھل کر سامنے یوں آتا ہے کہ زمین و آسمان کو رد کر اور آپ اپنا جہاں پیدا کر، صداقت پہ مرنے کی تمنا ہے تو پہلے اپنے تنِ خاکی میں جاں پید اکر اور اسی کے ساتھ ایسے قبیل کے اور الفاظ بھی ملتے ہیں جس میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اقبال کے ہاں خلاصہِ مقصدِ زندگی صرف اور صرف حرکت و عمل اور سعیِ مسلسل کا نام

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے اسی لیے تو اقبال ایک انقلاب کے علم بردار نظر آتے ہیں کہ جو زندگی کے ہر کہنہ اور گھٹیا نظام کو بدل کر زندگی کو ایک نئی جون عطا کرے۔اس ضمن میں خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

"اقبال کی تمام شاعری اور اس کے افکار اور جذبات پر جو چیز طاری معلوم ہوتی ہے وہ تمنائے انقلاب ہے۔موجودہ دنیا کی کوئی حیثیت،کوئی شوکت،کوئی حکمت اور کوئی مذہب اس کو اطمینان بخشا دکھائی نہیں دیتا،وہ مشرق و مغرب دونوں سے بیزار ہے،دونوں طرف زاویہ نگاہ اور نظریہ حیات اس کو غلط معلوم ہوتا ہے۔تمام موجود زندگی پر اس کی تنقید مخالفانہ ہے۔"(۱۲)

بلا شبہ اقبال کے نزدیک اصل مقصدِ زندگی آگے بڑھتے رہنا اور بڑھنے کی تمنا و کوشش کرتے رہنا ہے۔اسی لیے تو یہ بات قابلِ غور ہے کہ یورپ میں ،اوکسفورڈ میں رابندر ناتھ ٹیگور کو تو پڑھایا جاتا ہے مگر اقبال کو نہیں پڑھایا جاتا۔شاعرِ مشرق کی عظمت ہی ان کے موضوعات سے لگا کھاتے اور میلان رکھنے والے الفاظ کا چناؤ اور بر محل ان کا استعمال ہے۔قرآنی الفاظ و تلمیحات کو اقبال نے اردو شاعری میں جس شان اور حسنِ شعری کے ساتھ برتا ہے اس کی مثال اردو شاعری میں ڈھونڈنا ناممکنات میں سے ہے۔بے جان اور مردہ جسم میں بھی اقبال مقصدِ زندگی کو ایک کمال خوبی اور مہارت سے یوں ڈال دیتے ہیں جیسے جسم میں روح ڈالی جاتی ہے جو تاعمر اسی جسم کے ساتھ اپنا تعلق نبھاتی رہتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال،علامہ،کلیاتِ اقبال(اردو)،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۲۰۱۵،ص ۵۹۵

۲۔ ایضاً،ص۹۵

۳۔ ایضاً،ص۹۵

۴۔ ایضاً،ص۶۵

۵۔ ابوالحسن ندوی،سید،نقوشِ اقبال،سروسز بک کلب،لاہور،۱۹۸۸ء،ص۹۵

۶۔ کلیاتِ اقبال، ص۴۵۰

۷۔ ایضاً، ص۴۰۸

۸۔ ایضاً، ص۵۲۷

۹۔ ایضاً، ص۵۸۸

۱۰۔ ایضاً، ص۳۸۴

۱۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اقبال کی فکری میراث، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص۵۴

۱۲۔ خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۲۰۱۵ء، ص۹۸